رجسٹرڈ نمبر
راستی موجب رضائے خداست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سچ

[illegible]

ایل ۱۳۹۲
[illegible]

قیمت سالانہ ۳ر
بیرون ہند ۶ شلنگ

قیمت ششماہی ۱۲/۸
فی پرچہ ار

نمبر	۲۹ - جمادی الثانی سنہ ۱۳۴۴ھ (۱۵ جنوری سنہ ۱۹۲۶ء) نمبر ۶	جلد ۲

سچی باتیں

اسلامی جنتری میں یہ مہینہ رجب کا کہلاتا ہے۔ ہندوستان میں اسکی خاص شہرت اس بنا پر ہے، کہ اسی مہینے کی چھٹی تاریخ کو یہاں کے ایک مشہور ولی خواجہ معین الدین حسن چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے اس دارِ فانی سے رحلت فرمائی تھی۔ اور اسی مہینہ کے ابتدائی عشرہ میں ان کا عرس بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔ عرس کے موقع پر بہت سی مخالفِ شرع رسمیں انجام دی جاتی ہیں، ان پر بجا شبہ ماتم کیجیے، کہ آج کوئی بھی اسلامی شعار، اپنی اصلیت پر نہیں قائم ہے۔ لیکن کیا آپ کو نفسِ واقعہ کی اہمیت سے انکار ہے؟ کیا خواجہؒ کی شخصیت کی عظمت آپ کے دل میں نہیں؟ کیا خواجہؒ کی زندگی اور موت، دونوں کے بابرکت ہونے میں آپ کو شبہ ہے؟ اللہ کے نیک اور برگزیدہ بندوں کی زندگی اور موت، دونوں بابرکت ہوتی ہیں، کیا خواجہؒ کی شخصیت اس قانون سے مستثنیٰ ہے؟

وہ ایک شخص تھا، جس نے اپنا رشتہ ماسوا سے توڑ کر اللہ سے جوڑ رکھا تھا۔ وہ ایک شخص تھا جسکی عمر کی ایک ایک گھڑی طاعتِ الٰہی میں بسر ہوتی تھی۔ وہ ایک شخص تھا جسکی زندگی صدق و صفا، زہد و تقویٰ، عبادت و طہارت کی عملی تفسیر تھی۔ وہ ہندوستان میں آیا، اور تن تنہا ایسے وقت آیا، جب سارا ملک گمراہی و جہالت سے گونج رہا تھا۔ اُس اکیلے نے بے یار و مددگار، اس کفر و شرک کی سرزمین پر توحید کا جھنڈا بلند کیا۔ اسکی تبلیغ ہماری انجمنوں کی طرح نمائشی نہ تھی۔ اسکی تبلیغ سچی تبلیغ تھی۔ اُسکے سینہ سے جو سانس نکلتی تھی، تبلیغ کرتی تھی۔ اُسکے جسم کا رُواں رُواں دعوتِ اسلام کا کام کر رہا تھا۔ اس پر بلائیں آئیں، آفتیں ٹوٹیں، مصیبتیں اُتریں، لیکن دیکھتے ہی دیکھتے اُس نے اس سرزمین پر اسلام و توحید کا پودا لگا دیا۔ اُس کے پاس نہ کوئی سرمایہ تھا، نہ خزانہ، نہ فوج تھی نہ سپاہی، نہ توپ تھی نہ تلوار، نہ اخبار تھے نہ رسالے۔ البتہ سچائی کا سرمایہ تھا، خلوص کی فوج تھی، اور صداقت کی تلوار تھی۔ وہ اُس سچے گرو کا سچا چیلا تھا، جو ساری دنیا کے لیے اتقاء و پریم کا ساگر بن کر آیا تھا۔ اُس نے اپنے اسی پریم کے بل سے سب کے دلوں کو موہ لیا۔ بڑے بڑے دشمن، اُسکے ستانے اور دبانے کو چلے، پر آپ ہی اس سے ٹکرا کر چکنا چور ہو کر رہ گئے۔

کیا خواجہؒ کے زمانہ میں بھی مسلمانانِ ہند کی تعداد سات کروڑ کی تھی؟ کیا خواجہؒ کے پاس بھی کسی تبلیغی انجمن کا کوئی بڑا دفتر تھا؟ کیا خواجہؒ بھی پوسٹروں کے ذریعہ سے تبلیغ کا کام انجام دیتے تھے؟ پھر یہ کیا ہے، کہ خواجہؒ باوجود اس بے سروسامانی کے، باوجود اپنی تنہائی کے، باوجود بے یار و مددگار ہونے کے کامیاب گئے، اور ہم باوجود بے تعداد اخبار و رسائل کے، باوجود اپنے اخبار و رسائل کے، باوجود اپنی انجمنوں اور اپنے دفتروں کے، باوجود اپنی کثرتِ تعداد کے، قدم قدم پر ناکام ہو رہے ہیں؟ کیا خواجہؒ کی زندگی سے ہم کوئی سبق ہدایت نہیں حاصل کر سکتے؟ آپ کہتے ہیں، کہ خواجہؒ کے مزار پر جانا ناجائز ہے، اس لیے کہ وہاں بہت سے مراسمِ شرک ادا کیے جاتے ہیں، لیکن کیا یہ ممکن نہیں، کہ ہم خواجہؒ کے مزار پر جا کر بجائے اُن سے اولاد مانگنے کے، بجائے اُن سے مقدمہ میں جیت

چاہنے کے بجائے، اُن سے کسی بڑے عہدہ کی طلب کرتے کہ محض یہ تصور ہی انہیں دل میں یہ نقشہ قائم کریں، دماغ کے اندر یہ بٹھا دیا جائیں، کہ جس قادر مطلق نے بے یار و مددگار، یکہ و تنہا، معین الدین حسن سنجری سے ہندوستان میں اشاعت اسلام و دعوت توحید کا کام لیا، وہی ہماری نیتوں میں خلوص، ہمارے دلوں میں ایمان، ہماری ہمتوں میں استقامت نصیب کرے، اور جو فیضان الٰہی اجمیر کے اس اچھے اور سچے بندہ کے حصہ میں آیا تھا، کاش اسکا عشر عشیر، اسکا کوئی ادنیٰ حصہ بھی، ہم بیکار و خطا شعار بندوں کے حصہ میں آ جائے؟ کیا یہ تصور بھی شرک کا ہے؟ کیا دل میں اس آرزو کا پیدا ہونا، اور لب پر اس دعا کا آنا بھی کوئی جرم، کوئی معصیت ہے؟ م

خلافت کانفرنس کی قراردادیں

کانپور خلافت کانفرنس کے موقع پر جو قراردادیں پیش ہو کر منظور ہوئیں، اگرچہ تقریباً سب کی سب اپنی جگہ پر اہم و ضروری تھیں، لیکن دو ایسی تھیں، جن کو خاص طور پر مسلمان پبلک کے سامنے آنا چاہیے تھا۔ ان میں سب سے زیادہ اہم قرارداد مسئلۂ موصل سے متعلق تھی، جس کا ماحصل یہ ہے، کہ اگر موصل میں ترکوں سے جنگ چھڑی تو انشاءاللہ ہندوستان سے ایک بھی مسلمان سپاہی یا مسلمانوں کی دولت کا ایک حصہ بھی سرکار انگریزی کو اپنی امداد میں نہ مل سکے گا۔ مجلس مضامین کے سامنے جس وقت یہ تجویز آئی ہے، مولانا شوکت علی نے صاف اور واضح الفاظ میں کہہ دیا، کہ اس تحریک کی تائید وہی حضرات کریں، جو جیل جانے کے لیے آمادہ ہوں۔ کانفرنس کے عام مجمع کے سامنے جب یہ تحریک آئی ہے، تو اس پر مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، مولانا شوکت علی، اور حضرت پیر غلام مجدد سندھی کی تقریریں نہایت پُرجوش و ولولہ انگیز ہوئیں، اور دوران بحث میں بہار، یوپی، پنجاب، اودھ، بنگال، دہلی، سندھ، وغیرہ ہر صوبہ کی جانب سے ایک ایک شخص نے اسکی تائید کی، چنانچہ اودھ کی جانب سے تائید کرنے والا سچ کا ایڈیٹر تھا۔ خدائے پاک امتحان کے وقت بھی ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا کرے۔

دوسری اہم تحریک سلطان نجد کو مبارکباد بھیجنے کی تھی۔ خلافت کانفرنس میں ہر طبقے اور ہر گوشے کے مسلمان بیٹھے تھے۔ جس وقت یہ تجویز پیش ہوئی ہے، ایک آواز بھی اسکی مخالفت میں نہیں اٹھی، جس سے اس امر کا پورا اندازہ ہو جاتا ہے کہ ترکوں اور خاندان شریف کے مظالم سے دنیائے اسلام کس قدر تنگ آ چکی ہے، اور شریف کی حمایت کے لیے "وہابیت" کا جو طوفان برپا کیا گیا تھا، وہ کیسا ناکام ثابت ہوا۔ یہ نظارہ بھی خاص مسرت و دلچسپی کا باعث تھا، کہ سلطان نجد کے نام مبارکباد بھیجنے کی تجویز کی تائید ایک ایسے بزرگ نے فرمائی، جو دہلی کی ایک نہایت مشہور درگاہ کے پیرزادہ، اور سلسلۂ چشتیہ نظامیہ فخریہ کے ایک ممتاز رکن ہیں، یعنی شاہ محمد شفیع صاحب چشتی نظامی فخری خادم آستانہ محبوب الٰہی۔ حضرت پیر غلام مجدد صاحب کے علم و مرتبہ، ورع و تقویٰ اور مولانا حسین احمد صاحب کے فضل و تقدس کا ذکر کیا، خود ان بزرگوں کی آمد بھی کانفرنس کی زینت کا باعث تھی، لیکن جب تک شاہ محمد شفیع صاحب .... جیسے حضرات خدمت خلافت میں مصروف ہیں، کون کہہ سکتا ہے کہ خلافت کانفرنس کا دروازہ صوفی مشرب حضرات پر بند ہو گیا ہے؟

مسلمان لڑکی کا حق

مقام مسرت ہے، کہ دو وہ روحانیت اسلام کے ساتھ جلسوں کی تحریکات کے بعد سے پنجاب کے مسلمان اخبارات نے بھی لڑکیوں کے حصۂ شرعی پر توجہ شروع کی ہے، اور زمیندار اور بعض دوسرے اخبارات نے اس تحریک کی تائید میں مضامین لکھے ہیں۔ لیکن تحریک کو کامیاب بنانے کے لیے جس سرگرمی کی ضرورت ہے، وہ ابھی پیدا نہیں ہوئی ہے۔ یہ کوئی اختلافی مسئلہ نہیں، نہ اس میں حنفی و حنبلی کی کوئی تفریق ہے، نہ اس میں ابن سعود کی مخالفت و حمایت کا کوئی سوال پیدا ہوتا ہے۔ یہ ایک متفق علیہ شرعی مسئلہ ہے جس کے متعلق قرآن کریم کی تصریحات موجود ہیں۔ اسکی تائید جس زور کے ساتھ زمیندار کر سکتا ہے، اسی قوت کے ساتھ سیاست بھی کر سکتا ہے۔ حیرت ہے کہ دیگر اسلامی معاصرین، ہمدم، مدینہ، وغیرہ ابھی تک خاموش ہیں۔ سب سے زیادہ قابل توجہ شے یہ لکھنؤ کے مسلمان معاصرین کے لیے ہے، اس لیے کہ پنجاب کے بعد، اس مرض کے سب سے زیادہ شکار اودھ ہی کے مسلمان ہیں۔ مسئلہ بالکل صاف و واضح ہے۔ خدا نے ہر مسلمان لڑکی کو باپ کی جائداد میں حق دلایا، اس حق سے جب تک وہ مسلمان ہے، کوئی قانون، کوئی رواج، کوئی دستور، اُسے محروم نہیں کر سکتا۔ ضرورت صرف اسکی ہے، کہ بار بار اسکے متعلق پُرزور آواز بلند کر کے مسلمانوں کے سوتے ہوئے ضمیر کو بیدار کیا جائے۔ اصل میں یہ کام ہمارے علماء و مشائخ کے کرنے کا تھا، لیکن اگر ان جماعتوں میں ذرا بھی حق کا احساس ہوتا، تو آج مسلمان اس ذہنیت کو کیوں پہنچتے۔ اب یہ فرض ہر مخلص مسلمان کو اپنے ذمہ لینا چاہیے، اور قومی پریس، اور قومی پلیٹ فارم، دونوں سے اسکی پُرزور تائید ہونی چاہیے۔ ندوہ، دیوبند، فرنگی محل، علیگڑھ، جامعہ اسلامیہ کی طرف سے اس بارہ میں رسالے بٹنے چاہیے۔ خلافت و تنظیم کمیٹیوں کو اس کے لیے مستعد رہنا چاہیے، اور مسلم لیگ کا تو یہ خاص کام ہی ہونا چاہیے۔ ہمیں سرکاری کونسلوں کے ذریعہ سے کسی کام لینے کا اصولاً حامی نہیں، لیکن جو مسلمان کونسلوں میں پہنچ چکے ہیں، یا پہنچنا چاہتے ہیں، اور کونسلوں کے ذریعہ سے خدمت قوم و ملت کرنے کا عقیدہ رکھتے ہیں، انکے لیے اس سے بہتر کوئی مرغوب شغل ہو سکتا ہے؟ ہمارے جن بھٹکے ہوئے بھائیوں پر اللہ اور رسول کے ارشادات کچھ اثر نہیں رکھتے، قانون سرکاری انکی ضد کو بھی نہ قائم رہنے دے گا۔ م

اخبار تنظیم

اس افسوسناک خبر کو پڑھ کر کچھ زیادہ حیرت نہیں ہوئی، کہ روزنامہ تنظیم، جو امرتسر سے ڈاکٹر کچلو کی ایڈیٹری میں ڈیڑھ سال سے نکل رہا تھا، بارہ ہزار روپیہ کا نقصان اٹھا کر بند ہو گیا، اور اب اسکے بجائے فروری سے ہفتہ وار تنظیم نکلے گا۔ اگر دیکھنے والی آنکھیں، اور سوچنے والا دل موجود ہو، تو یہ واقعہ عبرت کے لیے کچھ کم نہیں، کہ جو قوم، ایک عرصہ سے ڈاکٹر کچلو کو ملک کے مختلف گوشوں سے بلا بلا کر بار بار بڑی دھوم دھام سے جلسے کرتی ہے، اور ان کا استقبال شاہانہ ٹھاٹھ سے کرتی ہے، وہی دوسری طرف، باوجود مردم شماری میں اپنی تعداد سات کروڑ بتانے کے، ڈاکٹر کچلو کے اخبار کے لیے سات ہزار خریدار بھی نہیں دیتی، کہ ان کو پنجاب کو بارہ ہزار روپیہ کا خسارہ تو نہ اٹھانا پڑے! کیا اسی قوم کو اپنی زندگی کا دعویٰ ہے! کیا یہی قوم اپنی ہستی پر خالق یا مخلوق کسی سے، بجز اپنے، شکوہ و شکایت کا حق بھی رکھتی ہے؟ کیا اسکا استحقاق ہے کہ بندوں یا کسی دوسری قوم کی زیادتیوں پر زبان شکایت کھولے؟ اکیلے تنظیم پر موقوف نہیں، تقریباً ہر مسلمان اخبار کی یہی حالت ہے (باقی بر صفحہ ۳)

بڑا سہارا

(از عبدالماجد)

انسان کا دل بے شمار خواہشوں کا گہوارہ ہوتا ہے۔ اور ہر خواہش کسی نہ کسی کمزوری کا اشتہار ہوتی ہے۔ بچپن میں خواہش ہوتی ہے، کہ جلد جوان ہو جائیں۔ جوان ہو کر ختم ہونے والی خواہشوں کا ایک تانتا بندھ جاتا ہے۔ بیمار ہوتے ہیں، تو جی چاہتا ہے، کہ جلدی سے اچھے ہو جائیں، تندرست ہوتے ہیں، تو یہ شوق سوار رہتا ہے، کہ جسم میں طاقت اور زیادہ آ جائے۔ صحت موجود ہوتی ہے، تو روپیہ کی طمع گھیرتی ہے، روپیہ اکٹھا ہوتا ہے، تو اولاد کی تمنا دل کو بے چین رکھتی ہے۔ اولاد بھی ہوتی ہے، تو اور طرح طرح کی فکریں گھیرے رہتی ہیں۔ دل کو سکون و اطمینان کسی خواہش کے بر آنے سے نہیں حاصل ہوتا، بلکہ ہر خواہش کسی اور خواہش کا پیش خیمہ ہی ثابت ہوتی ہے۔

بچہ جب اسکول کے نیچے درجوں میں ہوتا ہے، تو اونچے درجے کے طلبہ کو دیکھ کر رشک پیدا ہوتا ہے، اور دل کہتا ہے، کہ یہ لوگ بڑی عزت کے مرتبہ پر ہیں۔ جب خود اونچے درجوں میں پہونچتا ہے، تو دل کہنے لگتا ہے، کہ اسکول کی طالب علمی کچھ نہیں، کالج جانے میں اصلی لطف ہے۔ کالج کی ابتدائی جماعت میں داخل ہو کر اپنی پستی کا احساس از سر نو پیدا ہوتا ہے، اور دل مچلنے لگتا ہے، کہ بی۔ اے کی طالب علمی کے بغیر کچھ مزہ نہیں۔ بی۔ اے کلاس میں پہونچکر یہ شوق اچھلتا ہے، کہ جب تک نام کے بعد بی۔ اے کا لفظ اضافہ نہ ہو، اُس وقت تک کوئی لطف نہیں۔ نتیجہ کا بے صبری کے ساتھ انتظار ہوتا ہے، اور جس روز گزٹ میں اپنا نام گریجویٹ کی حیثیت سے دیکھ لیا جاتا ہے، اس روز کی خوشی کا ٹھکانا نہیں ہوتا۔ لیکن یہ خوشی بھی دیرپا نہیں ثابت ہوتی، اور اب دل اس سے بڑی عزتوں کو ڈھونڈھنے لگ جاتا ہے۔

یہ ایک مثال علمی عزت کی تھی۔ یہی حال ہر قسم کی عزت و جاہ، دولت و حکومت، امارت و وجاہت، صحت و قوت کا ہے۔ جو شے بھی پہلے منزل مقصود معلوم ہوتی ہے، جب اُس پر پہونچ جائیے، تو وہ ہیچ نظر آنے لگتی ہے۔ بچہ جب تک والدین کا دست نگر رہتا ہے، چند پیسے جو جیب خرچ کے لیے مل جاتے ہیں، ایک خزانہ معلوم ہوتے ہیں، اور خیال ہوتا ہے، کہ اگر ذاتی آمدنی بہت قلیل بھی ہوتی، تو بڑے مزے کی زندگی کٹتی۔ لیکن آگے چلکر جب اس اندازہ سے کہیں زائد آمدنی ہونے لگتی ہے، تو وہ بھی ناکافی ثابت ہوتی ہے۔ خیال ہوتا ہے، کہ اگر دولت کافی مقدار میں ہوتی، تو ہر قسم کی بیماری اور دوسری مصیبتوں سے بچاؤ ہو جاتا۔ لیکن جب اسکا تجربہ ہو لیتا ہے، کہ بڑی سے بڑی دولت بھی بیماری، موت، اور ناگہانی مصیبتوں سے نہیں بچا سکتی، تو دولت کی اصلیت نظر کے سامنے آ جاتی ہے۔ غرض تجربہ رفتہ رفتہ بتاتا رہتا ہے، کہ ہر امید سراب، ہر تمنا ناکام، ہر آرزو دھوکا، ہر سہارا بودا، اور ہر آسرا کمزور ہے۔ اکبر الہ آبادی نے (اللہ انکی تربت کو اپنی رحمت کے پھولوں سے گلزار رکھے) اسی مقام پر پہونچکر فرمایا ہے:۔

کارِ جہاں کو دیکھ لیا میں نے غور سے ٭ اِک دل لگی ہے سعی ہے، حاصل میں کچھ نہیں!

تو کیا انسان کی قسمت میں یہی ہے، کہ ساری عمر مایوسیوں کے در در پر اپنا سر ٹکراتا رہے، زندگی بھر حسرت و یاس کے اندھیروں میں ٹھوکریں کھاتا رہے، اور پیدائش سے لیکر موت تک، ناکامیوں اور حرماں نصیبیوں کے بیابان میں اِدھر اُدھر بھٹکتا پھرے؟

لیکن اس شورش آباد عالم میں بیشمار بندگان خدا ایسے بھی گزرے ہیں، جنکی زندگیاں سکون و اطمینان خاطر کی عملی تفسیریں ہوتی ہیں، جن کے قلب کو سکینت (شانتی) حاصل رہی ہے، اور جن کے قدم اِدھر اُدھر بھٹکے اور پھسلے بغیر، ہمیشہ سیدھی اور ہموار شاہراہ پر پڑتے رہے ہیں۔ یہ خوش نصیب لوگ کون تھے؟ یہ وہ نہ تھے، جنھوں نے بڑی بڑی جائدادیں پیدا کیں، یہ وہ نہ تھے، جنھوں نے بڑے بڑے ملک فتح کیے، یہ وہ نہ تھے، جنھوں نے دنیوی علوم کے بڑے بڑے امتحانات پاس کیے، یہ وہ بھی نہ تھے، جنھوں نے طب، فلسفہ، نجوم، ریاضی، شاعری، کسی دنیوی فن میں کوئی غلو یا کمال حاصل کیا، بلکہ یہ وہ لوگ تھے، جنکی نظر "کثرت" پر نہیں، "وحدت" پر رہی۔ یہ وہ لوگ تھے، جنھوں نے مظاہر عالم کی نیرنگیوں میں اُلجھنے کے بجائے اپنے پیش نظر صرف حقیقت اصلی کو رکھا، یہ وہ لوگ تھے، جن کی عقلیں اسباب کے چکر میں پڑکر منتشر و مختل نہیں ہوئیں، بلکہ جنھوں نے اپنی نظر صرف مسبب الاسباب پر جمائے رکھی۔ تمام چھوٹے سہاروں سے بے نیاز ہو کر انھوں نے صرف ایک سے اپنا رشتہ جوڑ لیا، اور انکی زندگیاں ناطق ہیں، کہ وہ ہر اعتبار سے کامیاب، بامراد، و خوش نصیب رہے۔ بڑے بڑے حکیم اور فلسفی، فرماں روا اور تاجدار، دنیا سے سفر کرتے ہیں، تو اپنے انجام سے ڈرتے اور گھبراتے ہوئے، لرزتے اور کانپتے ہوئے، لیکن عرب کا اُمّی، ساری دنیا کا معلم، جب اس عالم آب و گل سے ایک عالم لطیف کی طرف عروج کرنے لگتا ہے، تو زبان پر "رفیق اعلیٰ" سے ملنے کے ذوق و شوق کے الفاظ جاری ہوتے ہیں!

یہ امن، یہ سکون، یہ شانتی، یہ اطمینان قلب، کس کے نصیب میں آتا ہے؟ (فای الفریقین احق بالامن ان کنتم تعلمون) یہ دولت لازوال ان خوش نصیبوں کے حصہ میں آئی ہے، جو اللہ کی یکتائی پر ایمان لائے، اور جنھوں نے شرک[۱] کرکے اس پاکیزہ عقیدہ میں بٹہ نہ لگایا، یہی لوگ امن و امان کے حقدار ہوتے ہیں، اور یہی راہ ہدایت پر ہیں۔

> الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانهم بظلم اولئک لهم الامن وهم مهتدون۔ (انعام۔ ع ۹)

طبیعت میں انتشار، دل میں اضطراب، اور مزاج میں اختلال پیدا کرنے والی شے، شرک ہے، اور انھیں دور کرکے سکون اور شانتی پیدا کرنیوالی شے، توحید ہے۔ انسان اپنی بولی میں جس چیز کو مصیبت کہتا ہے، وہ تو مشیت پروردگار کے مطابق، نیک و بد، متقی و پارسا، فاسق و فاجر، سبھی کو پیش آنے والی ہے، مگر فرق یہ ہے، کہ جو بہت سے اسباب کے پھیر میں

۱؎ ان الشرک لظلم عظیم۔ (لقمان۔ ع ۲) عن عبد اللہ قال لما نزلت ولم یلبسوا ایمانهم بظلم قال اصحابه وأینا لم یظلم فنزلت ان الشرک لظلم عظیم (بخاری۔ کتاب التفسیر) والمراد بالظلم ههنا الشرک (بیضاوی) لم یخلطوا ایمانهم بشرک (بغوی) والصحیح ان الظلم المذکور فی هذه الآیة هو الشرک (خازن) ولم یلبسوا ایمانهم ای لم یخلطوه بشرک (شاہ ولی اللہ) ترمذی (ابواب التفسیر) ابن کثیر، روح المعانی، جلالین، وغیرہم۔

پڑا ہوگا، وہ دکھ محسوس کرے گا، اور باقی جس کی نظر ایک فاعل حقیقی

ما اصاب من مصیبۃ الا باذن اللہ و من یؤمن باللہ یہد قلبہ (تغابن ع ۲)	ایک موثر اعلیٰ، ایک مسبب الاسباب پر جمی ہوئی ہے، اُسکا دل اس حالت میں بھی ٹھکانے رہیگا۔ اُسکے سکون قلب کو درہم برہم کرنے والی حوادث

حوادث کائنات میں سے کوئی نہیں ہو سکتی۔ لاخوف علیہم ولا ہم یحزنون۔ خوف سے چھٹکارا، اور حزن و ملال سے نجات صرف انھیں کا حصہ ہے۔

لیکن کوئی مرض محض دوا کے استعمال سے دور نہیں ہو سکتا، جب تک مرض پیدا کرنے والی چیزوں سے پرہیز بھی نہ کیا جائے، بلکہ اکثر صورتوں میں پرہیز دوا سے زیادہ اہم و ضروری ہوتا ہے۔ ایک شخص روزانہ کئی سیر غلہ انبار میں داخل کرتا جاتا ہے، لیکن ساتھ ہی اس نے کئی موٹے تازے چوہے بھی پال رکھے ہیں۔ سو ایسا شخص برسوں محنت کرتا رہے، لیکن کبھی بھی انبار جمع کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے گا۔ ٹھیک اسی طرح اس بڑے سہارے سے کام لینے کے لیے لازمی ہے کہ اسکے مناقض جتنے چھوٹے چھوٹے سہارے ہیں، سب سے منہ موڑ لیا جائے، اور زندگی اول سے آخر تک

وتبتل الیہ تبتیلا	سب سے ٹوٹ کر اُسی کا ہو رہ

کی تعمیل ہو جائے۔ ماسوا سے منہ موڑنا ہی اس راہ کی سب سے زیادہ کڑی اور دشوار گزار منزل ہے، لیکن بغیر اسکے کامیابی ہونی بھی ممکن نہیں۔ ہدایت نامۂ الٰہی میں ارشاد ہوتا ہے :-

فمن یکفر بالطاغوت ویؤمن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ لا انفصام لہا (بقرہ ع ۳۴)	جس شخص نے جھوٹے معبودوں سے انکار کیا، اور اللہ پر ایمان لایا، اُس نے اس مضبوط رسی کو پکڑ لیا، جو کبھی ٹوٹنے والی نہیں۔

اس آیت میں صاف بتا دیا، کہ اس سہارے کو تھامنے والے کون لوگ ہیں؟ وہ وہ ہیں جو اللہ پر ایمان لائیں، مگر اس سے بھی مقدم یہ امر ہے کہ شیطان اور شیطانی قوتوں سے بغاوت اختیار کر چکیں۔ بغیر اس بغاوت کے ایمان باللہ مقبول ہو ہی نہیں سکتا۔ پیامات ہدایت ہر ملک، ہر قوم، ہر زمانہ میں پہونچے ہیں۔ جنکی تفصیلات بیشمار ہیں، لیکن سب کا خلاصہ ان دو لفظوں

ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولا ان اعبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت (نحل ع ۵)	میں بیان کیا جا سکتا ہے، کہ اللہ کی عبادت کرتے رہو، اور شیطان سے بچتے رہو۔

ایسے بھی کچھ لوگ گزرے ہیں، جو زبان سے دعویٰ تو اسلام کا کرتے تھے لیکن

الم تر الی الذین یزعمون انہم آمنوا بما انزل الیک وما انزل من قبلک یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت وقد امروا ان یکفروا بہ ویرید الشیطان ان یضلہم ضلالا بعیدا (نساء ع ۹)	عمل کا یہ حال تھا، کہ اپنے معاملات کے تصفیہ کے لیے بجائے خدائی قانون کو کافی سمجھنے کے معبودان باطل کے منصبوں کی جانب جھکے جاتے تھے، اور شیطان کی تو عین تمنا ہی یہ تھی، کہ انھیں راہ ہدایت سے دور زیادہ دور کرتا چلے۔

ان تمام آیات میں، اللہ پر ایمان لانے کے ساتھ، جس سے بیزاری و انکار کا حکم دیا گیا ہے، اسکے لیے لفظ "طاغوت" وارد ہوا ہے، جسکی شرح میں صاحب مجمع البحار لکھتے ہیں، دہو الشیطان او ما یزین لہم ان یعبدوہ من الاصنام و یقال للصنم طاغوت ... کل راس فی ضلال، یعنی شیطان، اور بتوں میں سے جسکی پرستش کی جائے، اور ہر گمراہی کا سردار۔ بعض مفسرین بھی اسی طرف گئے ہیں۔ لیکن حق یہ ہے، کہ دوسرے الفاظ قرآنی کی طرح اس لفظ کے معنی بھی عام رکھے

خوب سمجھے ہیں۔ فرماتے ہیں :-

والطاغوت عبارۃ عن کل متعد و کل معبود من دون اللہ	طاغوت سے مراد ہر سرکش اور ہر معبود ماسوا اللہ کے ہے۔

اکثر علماء لغت اور مفسرین نے بھی اسی معنی کی موافقت کی ہے :-

کل ما عُبِدَ من دون اللہ (قاموس)
کل معبود من دون اللہ (اقرب الموارد)
کل ما عبد من دون اللہ او صد
عن عبادۃ اللہ تعالیٰ (بیضاوی)
قیل کل ما عُبِدَ من دون اللہ تعالیٰ۔
وقیل کل ما یطغی الانسان (بغوی)

خلاصۂ کلام یہ کہ طاغوت، اصطلاح قرآنی میں ہر اس شے کو کہتے ہیں، جو انسان کو راہ حق سے باز رکھے، یا جسکی عزت و تعظیم اس حد تک کیجائے، کہ پرستش کے ڈانڈے مل جائیں۔ ایسی تمام چیزوں کے بارے میں اسلام کی کتاب ہدایت خاموش نہیں، بلکہ اسکا صاف و صریح حکم موجود ہے، کہ جس طرح نجات کے لیے خدا کی یکتائی پر یقین ہونا ضروری ہے، اسی طرح ہر طاغوت سے انکار، ہر طاغوت سے بیزاری، اور ہر طاغوت کے خلاف بغاوت بھی لازمی ہے۔ زبان سے خدا کی یکتائی کا اقرار کرتے رہنا، اور ساتھ ہی دل کا طاغوت کی طرف جھکا رہنا جائز نہیں۔ نجات و کامرانی کی بشارت صرف اُن لوگوں کے ساتھ مخصوص ہے، جنکے دل اللہ سے جڑے ہوئے، اور ہر طاغوت کی طرف سے ٹوٹے ہوئے ہیں۔ والذین اجتنبوا الطاغوت ان یعبدوہا وانابوا الی اللہ لہم البشریٰ (زمر ع ۲)

آج ہندوستان میں مذہبی آزادی کو سب سے زیادہ کون خوف رو کے ہوئے ہے؟ شریعت اسلامی کے قوانین کس کے باعث نافذ نہیں ہو سکتے؟ ممالک اسلامیہ، خصوصاً ارض پاک حجاز کی آزادی کے لیے آج سب سے بڑا خطرہ کون بنا ہوا ہے؟ ہمارے دلوں پر آج کس کے قانون کی ہیبت و عظمت خدا کے قانون سے بھی بڑھکر چھائی ہوئی ہے؟ ہم علاوہ آج اپنی زندگی اپنی روزی، اپنی سلامتی، کا دارومدار کس کے گوشہ چشم کو سمجھے ہوئے ہیں؟ پھر آج کیا ہماری نماز اور ہماری عبادت، ہمارے روزے اور ہمارے مجاہدے ہمارے اوراد اور ہمارے وظائف کافی ہو جائیں گے، تاوقتیکہ اس طاغوت کی جانب سے کفر و انکار، بغاوت و بیزاری بھی شامل نہ ہو؟

یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت وقد امروا ان یکفروا بہ۔ اس طاغوت سے انکار و بیزاری کیلئے ہر مسلمان مامور ہے، اور ہم ہیں، کہ اپنے تمام معاملات کے فیصلے اسی سے کرانا چاہتے ہیں! ایسی حالت میں اللہ کے نام کا بڑا سہارا، اسلام کے لنگر کا بڑا سہارا، ہمارے کچھ بھی کام آسکتا ہے؟

(بقیہ صفحہ ۲)

شوکت علی و محمد علی کے نام کو بے پکارنے والے آج بھی ہزاروں کی تعداد میں نکلیں گے لیکن حضرت و خلافت کی جو نازک و نازک حالت ہے اسکا حال کوئی ان اخبارات کے مبصروں کے دل سے پوچھے۔ کہا جا سکتا ہے، کہ یہ تحریک خلافت کی جانب سے عام بے التفاتی کا نتیجہ ہے۔ لیکن سوال یہ ہے، کہ پھر آخر قوم کے التفات کی کون سی چیزیں ہیں؟ تبلیغ؟ تنظیم؟ شدھی؟ مخالفت ابن سعود؟ مخالفت خلافت؟ مخالفت سوراج؟ ان چیزوں کے آرگن بھی تو نکل رہے ہیں، مگر ان میں سے کوئی بھی سرسبز ہے؟ کسی کی بھی مالی حالت قابل اطمینان ہے؟ کاش مسلم

ہم زمانہ دو سے ہیں فانی ہیں ہوا اسکا فخر خیر بھی ہوگا، ہم روں کیا نیا صنم ہوتے!

گناہ و کفارۂ گناہ

(از مولانا عبد الرحمٰن ندوی)

انسانی طبیعت، اس کی خواہشیں، رغبتیں، اور دلچسپیاں بھی عجیب ہیں۔ کیا کیا تماشے دکھاتی ہیں، اور کیسے کیسے گل کھلاتی ہیں۔ اسی دلچسپی کی خاطر انسان نے بہشت کو فوری دلچسپی سے چھوڑا، اور مادیت کی پستی کو پسند کر لیا کیونکہ وہ عالم قدس سراسر پاکیزگی، لطافت اور طہارت کی جگہ ہے، وہاں اس عالم سفلی کے کام و دہن کو ذائقہ مہیا کرنے والی رنگینیاں کہاں سے میسر آسکتی ہیں۔ دلچسپی و تفریح ہی کے پیچھے انسان نے پاکیزگی کی وہ مقدس بہت پونجی بھی گم کر دی جو اس عالم میں اسے عطا ہوئی تھی، اور طرح طرح کی آلائشوں میں پڑ گیا۔

ہمارے گرد و پیش دلچسپیوں کا ایک وسیع جنگل ہے جس میں ہر دم ہزاروں رنگ برنگ کے واقعات ہماری تفریح کا باعث ہوتے رہتے ہیں۔ ہم اگر عقل سلیم اور قلب صحیح رکھتے ہوں، تو دلچسپیوں کی انہیں مشغولیوں سے اپنے لیے عبرت و بصیرت کی کتنی داستانیں تیار کر سکیں۔ اور اگر قدرت کے اس بہترین عطیہ سے ہم محروم ہو گئے ہیں تب تو بڑے سے بڑے حوادث بھی ہمارے بیدار کرنے کو کافی نہیں ہو سکتے۔ تفریح و دلچسپی زندگی کے لوازم میں سے ہے۔ یہ نہ ہو تو شاید انسانی زندگی کا لطف و مسرت سے گذرنا دشوار ہو جائے۔ لیکن اس کے لیے بھی حدود ہیں۔ حدود سے گذرنے میں یقینا بربادی ہے۔ بہت سے گناہ ہیں جو عیش و کامرانی کے سلسلہ میں کیے جاتے ہیں ان کی ابتدا تفریح و دلچسپی ہی سے ہوتی ہے، اور آہستہ آہستہ وہ تفریح ایک بڑی برائی اور عظیم گناہ کی شکل میں اپنے مالک پر مسلط ہو جاتی ہے۔ اسی لیے ہمیں جائز تفریحوں اور دلچسپیوں کے انتخاب اور پھر انکے انصرام و اہتمام میں بہت احتیاط، دوراندیشی اور سوجھ بوجھ سے کام لینا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ ہم ان حدود سے آگے بڑھ جائیں اور بربادی کے عمیق گڑھے میں دفن ہو جائیں۔ مثال کے طور پر شادی بیاہ کی رسموں کو دیکھیے کہ ایک دینی و ملی فرض جسے زیادہ سے زیادہ سادگی کے ساتھ ادا ہو جانا چاہیے تھا، آہستہ آہستہ انسانی اختراعات نے اسے کتنے خرافات کا مجموعہ بنا دیا کہ اگر نظر انصاف و بصیرت سے ہمارے ہندوستانی گھرانوں کی شادی بیاہ کی رسموں کا معائنہ کیا جائے، تو وہ صرف اخلاقی جرائم کا مجموعہ نظر آئے گا، جس میں اوہام پرستی، اسراف، نمائش، حب جاہ، ناشائستگی، فخر و غرور اور اسی قسم کے بیسیوں بدترین جذبات کا ظہور نظر آئے گا۔ یہ درست ہے کہ تمدن کے اثرات اور سوسائٹی کی عام حالت نے ہماری حس کو اس قدر بے ہودہ کر رکھا ہے، کہ ایسے مواقع پر جو حرکات کیے جاتے ہیں، ان کی برائی ہمیں نہیں کھٹکتی ہے۔ موجودہ زمانہ میں ہم مسلمانوں کو کیا طرز معاشرت ہونا چاہیے اور کیا ہے؟ اس کا اندازہ ذیل کے ایک عجیب مگر عبرت آموز واقعہ سے ہوگا۔ جس میں ذوق تفریح کے ایک عجیب طرح پر ظاہر ہونے کا نمونہ بھی ہے، اور اس امر کا ثبوت بھی، کہ یہی چھوٹی چھوٹی چیزیں کیونکر ضعیف انسان کو گناہ کے پہاڑ پر چڑھا لیجاتی ہیں؟

ہمارے وطن قصبۂ نگرام میں ایک متوسط حیثیت کے زمیندار ہیں، جو علیگڈھ میں شوکت صاحب کے کلاس فیلو اور کرکٹ ٹیم کے رفیق رہ چکے ہیں۔ اس مرتبہ دسمبر گذشتہ کی تاریخوں میں انکے یہاں تمام کپڑے کے ... اور گڑیا کی رسم نکاح عمل میں آئی۔ معمولی طور پر اس قسم کا کھیل بچوں میں ہوا کرتا ہے، مگر ہمارے مکرم نے اپنی جدت پسندی کے شوق میں کپڑے کے اس کھلونے کے لیے وہ سامان کیا جو اس عہد میں شاید کیا، بلکہ یقینا کسی جاندار کے جشن میں نہ خیال کیا جائے گا۔ تاشوں اور باجوں کی دھوم دھڑک، گانے بجانے کا زور شور، مسلسل کئی روز تک جشن نشاط و طرب کا انعقاد، اور پھر لطف یہ کہ بہت باضابطہ اور شان کے ساتھ بارات کا جلوس اور اسی طرح شادی کے جملہ مراسم، اور یہ تمام مبارک تقریبات ٹھیک اُن دونوں ایام کو ... جبکہ کانپور میں قوم و ملت اور ہمارے جنرل مولانا شوکت علی صاحب موصل کے ساحل پر دنیا کی ایک عظیم ترین طاقت کو چیلنج دے رہے تھے۔

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

اس فارسی مصرعہ کا بہترین مصداق ہماری آنکھوں نے اسی دن دیکھا اور خون کے آنسو ٹپکائے کہ ملت اسلام کے پرستاروں کا انکے احساسات کی موت کا، اور انکی بد بختیوں کا یہ عالم ہے۔ مسلمانوں کے پڑھے لکھے اور قومی سجادہ پوشوں سے بڑی گفتگو کرنے والے اصحاب کیسے ذوق تفریح میں یوں شکار ہو جاتے ہیں۔ بظاہر یہ ایک بہت معمولی بات ہے، مگر ہمارے دل پر اسدرجہ سنجیدہ، اشتعال پر اس واقعہ کا بڑا اثر ہوا۔ اور ہم نے چاہا کہ اس واقعہ کو ناظرین سچ کے سامنے رکھیں کہ ایک طرف تو وہ قدرت کی اس تقسیم کو دیکھیں کہ ایک کو کہاں، کس ہمت بلند اور عزم و جذبہ پرواز، اور دوسرے کو کس عالم میں رکھا کہ وہ اس روشنی و علم کے زمانہ میں تغیر عہد اور تبدیلی رفتار و ہوا کو نہ سمجھ سکا۔ حکم خدا و رسول کی نافرمانی تو بہرطرف، دوسری طرف ایسے واقعات سے سبق لیں اور ان مراسم کا سد باب کریں جن میں خدا اور اسکے پاک رسول کی ناخوشی کے ساتھ ساتھ قومی و جماعتی حیثیت سے کتنے نقصانات ہیں۔ ہمارے شکر ہے کہ ہمارے محترم کو انکے ضمیر نے ملامت کی۔ اور تقریبات انجام دینے کی دوسری صبح کو وہ ایک پشیمان اور نادم کی شکل بنا کر مسلمانوں کی ایک جماعت سے ملے۔ یہ امر بھی بہت غنیمت ہے۔ کیونکہ قرآن کریم نے بھی ایمان کی ایک پہچان بتائی ہے کہ اہل ایمان اپنے کیے ہوئے گناہ پر جم نہیں جاتے۔ بلکہ علم و احساس کے بعد تلافی مافات کی کوشش کرتے ہیں۔ لم یصروا علی ما فعلوا۔ ہمارے مکرم نے یہ بھی طے کیا ہے کہ وہ اس غلطی کے کفارہ میں جلد کوئی نہ کوئی رقم کسی کار خیر میں صرف کرینگے۔ اس طرح امید ہے کہ یہ گناہ اور کفارۂ گناہ کچھ دلچسپ ہو جائے گا۔ امید ہے کہ ناظرین بھی ہمارے محترم کے لیے دعائے خیر کریں گے۔ ضرورت کا تقاضا یہ ہے کہ ہماری ازدواجی زندگی زیادہ سے زیادہ سادہ اور زیادہ سے زیادہ کم خرچ ہو۔ کفایت شعاری اور سادگی ہر معاملہ میں پیش نظر ہو۔ نہ یہ کہ ہم اپنے آبا و اجداد کی اور خود اپنی کمائی اس طرح برباد کریں کہ نہ ایمانی نفع نہ قومی سود و بہبود، نہ دین و دنیا، بلکہ تینوں سے تصادم اور نقصان۔ مومن کے مال کو بڑی احتیاط و مآل اندیشی سے صرف ہونا چاہیے۔ مال کی اضاعت بھی منہیات شرعیہ میں سے ہے۔ احادیث میں اس کی بابت تاکیدیں وارد ہوئی ہیں۔

خط کتابت کے وقت خریداری کا نمبر ضرور لکھیں۔

میری معذوریاں

(از ظفر الملک)

سچ کے ایک قدردان بلکہ دوست احباب کے ساتھ مجھے بھی سچ کی قلمی خدمت پر توجہ دلائی ہے، مگر انھیں کیا خبر کہ میں کس حال میں ہوں۔ گذشتہ سال جب لکھنؤ کے ہندو مسلمانوں کو کچھ بھائیوں نے لڑا دیا تو دونوں جماعتوں کے درمیان صلح کرانے کی غرض سے کچھ دنوں مسلسل جد و جہد کرنا پڑی۔ اور اگرچہ جو بات میں چاہتا تھا بعض بھائیوں کی بیجا ہٹ اور فضول ضد کی بدولت نہ ہو سکی، لیکن اس کوشش کے دوران میں اس امر کی شدید ضرورت محسوس ہوئی کہ ایک آزاد اور بااصول اخبار کرکے کم مسلمانوں میں صحیح خیالات کی اشاعت کے لیے جاری کیا جائے۔ "سچ" اسی خیال کا نتیجہ ہے۔ اور اگر حالات پر پورا قابو ہوتا، تو شاید میں اپنے حوصلے کے مطابق سچ کی پوری خدمت کر سکتا۔ مگر ایک طرف مالی دشواریاں اور دوسری طرف جسمانی کمزوریاں سدراہ ہوئیں اور گذشتہ جولائی میں مجبور ہو کر اخبار مکرمی عبدالماجد صاحب کے حوالہ کر کے کامل طور پر فارغ ہو گیا۔ پھر بھی سچ کے لیے کچھ نہ کچھ لکھتا رہتا تھا۔

اگست کے آخر میں جب [illegible] کی بنائی ہوئی خبر نے ایک نیا فتنہ برپا کیا تو سچ میں ایک نوٹ لکھ کر ان احباب کو توجہ دلائی گئی جنھوں نے لکھنؤ میں "کتابت کھلنے" کی منادی کی تھی۔ اور وہ اس سے سبق حاصل کرتے اور تدبر و دانشمندی سے کام لیتے تو گذشتہ چار ماہ کے اندر ہندوستان کے مختلف اسلامی مرکزوں میں جو کچھ پیش آیا مسلمان اس سے بچ جاتے، مگر غلطی پر غلطی کرنا شاید انسانی فطرت کا لازمہ ہے چنانچہ مجلس خلافت کی مسلسل کوششوں نے بہت کچھ تھوڑے ہی دنوں میں اس خبر کی پوری طرح تکذیب کر دی اور مسلمانوں کو عام طور پر اطمینان ہو گیا لیکن جو لوگ ہماری قوم میں ایسے ہیں کہ روز روشن میں بھی جو انا کے بغیر دو قدم نہیں چل سکتے، انھوں نے ساری قوم کو اپنی ہی سی بے بصری میں مبتلا کر دینا چاہا۔ ان کوششوں کا مستقل مرکز فرنگی محل تھا، جہاں سے ایک سال پیشتر "آشوب نجد" کا غلغلہ بلند ہو چکا تھا اور جو دفتر الناظر سے چند قدم کے فاصلہ پر واقع ہے۔ پھر کیسے ممکن تھا کہ جو گندگیاں فرنگی محل نے اچھالی تھیں ان کے اڑتے ہوئے چھینٹوں سے میں محفوظ رہتا؟

میں اپنے مقام پر بیٹھے بیٹھے بیزاری کی وہ سب صدائیں سنتا تھا جو لکھنؤ کے ہر گلی کوچہ میں فرنگی محل کی تیغ فتنہ و فساد انگیزی کے خلاف بلند کی جا رہی تھیں۔ اور بالآخر مسلمانوں کے بہم اصرار کی بنا پر اس کے لیے آمادہ ہوا کہ ایک جلسہ کا انتظام کروں۔ ۲۰- اکتوبر کو جلسہ ہوا ———— اور بخیر و خوبی تمام ہو جاتا تو میرے لیے، فرنگی محل والوں کے لیے، اور شاید سب مسلمانوں کے لیے بہتر ہوتا۔ مگر بدبخت شیطان نے خدا معلوم فرنگی محل والوں کے کان میں کیا کہہ دیا کہ انکی رہی سہی عقل بھی گم ہو گئی۔ اور انھوں نے اس جلسہ کو اپنی بد عنوانیوں سے برباد کر کے منتظمین جلسہ پر ایک دوسرے جلسہ کے انصرام کی ذمہ داری عائد کر دی۔ اور مجبور ہو کر انتظامات کی بابت خود نگرانی کے لیے مجھے چند ماہ کے سکون کے بعد اپنے کمزور ہاتھ پاؤں سمیٹ کر پھر میدان عمل میں آنا پڑا۔ ۲۰- نومبر کو دوسرا جلسہ منعقد کیا گیا تو مردود ازلی نے اس کی بربادی کے لیے پہلی بار سے بھی زیادہ فرنگی محل والوں کو ابھارا۔ اور اب کی وہ اس دیرینہ دشمن کے مشوروں پر عمل پیرا ہو کر اپنی بچی کھچی دکھاوے کی معقولیت و سفاہت کی خود نمائش میں بالکل عریاں ہو گئے۔

فرنگی محل والوں نے ۲۰- نومبر کو جو کچھ کیا اس نے پہلے شب کے سارے جلسہ کو درہم برہم کر دیا۔ مگر انکی عریانی و بدتہذیبی نے جو مناظر و تماشے دکھائے اور تماشائی نے تماشہ کیے، اس نے خود فرنگی محل کا ٹاٹ بھی الٹ دیا۔ اور لکھنؤ کے گلی کوچوں سے نکل کر یہ خبر سارے ہندوستان میں پھیل گئی کہ فرنگی محل کی مشہور دکان کا دیوالہ نکل گیا۔ اسکے بعد میدان صاف تھا —— پے در پے کئی جلسے ہوئے اور لکھنؤ کے مسلمانوں نے کامل اطمینان کے ساتھ وہ سب سنا جسکے سننے کے لیے ۲۰- اکتوبر اور ۲۰- نومبر کو وہ بیتابانہ ہمارے جلسوں میں آتے تھے۔ اور خدا کا شکر ہے کہ مسلمانان لکھنؤ کی اجتماعی زندگی فرنگی محل اقتدار کی ہمہ اندازی سے نجات پا گئی۔

جلسوں سے فراغت پاتے ہی میونسپل انتخابات کی کشمکش شروع ہو گئی اور اگرچہ خود میرے لیے میونسپلٹی کی سیاسیات میں کوئی دلکشی نہیں مگر جس حلقہ شہر میں دفتر الناظر واقع ہے اس کی طرف سے ایک ایسے صاحب امیدوار ہوئے تھے جن کی بے اصولی و خود غرضی پوری دیانت! ملکی و قومی حلقوں اور ارباب فرنگی محل کے نزدیک بھی مسلم ہے۔ فرنگی محل والوں کے لیے کچھ دشوار نہیں کہ وہ جانے بوجھے لوگوں کے ساتھ بھی اپنی ضرورت کے وقت ساز کر لیں، مگر میں نے اپنا فرض سمجھا کہ جو بھی کوشش ممکن ہے ان بھائی کی تائید میں صرف کروں جن کے مقابلہ میں یہ صاحب کھڑے ہوئے تھے اور جو مجلس خلافت کے دیرینہ کارکن تھے۔ الحمدللہ کہ یہ مرحلہ بھی کامیابی کے ساتھ طے ہو گیا۔ اور فریق مخالف کی ساری کوششیں قطعاً بے حقیقت ثابت ہوئیں۔

فرنگی محل والوں نے مرکزی خلافت کمیٹی اور مجلس خلافت کے ممتاز رہنماؤں خصوصاً محترم علی برادران کو بدنام کرنے کے لیے اپنے مقدور بھر سب کچھ کر لیا تھا۔ اور اگر عقل و دانش سے انھیں ذرہ برابر بھی لگاؤ ہوتا یا خودداری اور شرافت نفس کے نام سے بھی وہ آشنا ہوتے تو یقیناً وہ از خود مجلس خلافت سے کامل علیحدگی اختیار کر لیتے۔ مگر انھوں نے تین ماہ تک مجلس خلافت کی تباہی و بربادی کی مسلسل کوشش کرنے اور اس کے مقابلہ میں ہم خیال انجمن خدام الحرمین بنانے کے باوجود اپنے وقار و اقتدار کے برقرار رکھنے کے لیے ضروری جانا کہ وہ خلافت کمیٹی کو اپنی زر خرید کنیز بنائے رہیں۔ اور اس غرض کے لیے اس کے کاغذی پیراہن کو پارچہ والی گلی کے ایک کمرہ میں محبوس کر دیا۔

جب انھیں معلوم ہوا کہ لکھنؤ کے خادمان خلافت اسکی گلو خلاصی کے لیے سعی و جہد کرنا چاہتے ہیں، تو ایک بار پھر انھوں نے اسی تیغ پر تمام بدتمیزیاں شروع کر دیں جنکی بدولت انکی شہرت و عزت خاک میں

ل علی گڑھ میں کام دیا تھا اور سرنگوں ہو چکا تھا۔ دسمبر میں بمقام کانپور خلافت کانفرنس کا اجتماع ہونے والا تھا۔ اور اس سے پہلے ضروری تھا کہ ہماری آئینی جنگ کے تمام ابتدائی مراحل طے ہو جائیں۔ اسلئے ہو سپل انتخابات ہی کے دوران میں کام شروع کر دیا گیا تھا۔ اور اس کے اختتام پر آخری کاموں کی تکمیل میں ہمہ تن مصروف ہو جانا پڑا۔ جنگ کو کامیابی کے ساتھ ختم کرنے کی غرض سے میں دوسروں سے کسی قدر پہلے ہی کانپور پہونچ گیا تھا۔ چنانچہ ۲۴ و ۲۵ و ۲۶ دسمبر کو مرکزی خلافت کمیٹی کے محترم اراکین کے سامنے جب فرنگی محلی گروہ کی بعض داستان بیان ہوئی تو کمیٹی نے باتفاق رائے فرنگی محلی کمیٹی کو خارج کر کے اس کی جگہ ہماری قائم کردہ اودھ خلافت کمیٹی کا الحاق کر لیا۔ اور یوں آخر حق و باطل کا یہ معرکہ بھی سر ہو گیا۔

اس طرح گذشتہ چار ماہ کے اندر میری مصروفیت و انہماک کا اسقدر سامان فراہم ہو گیا کہ میں اپنے ذاتی تمام مشاغل پر بہت کم توجہ کر سکا۔ اور اگر سچ کے ناظرین اس تمام روداد کو پڑھکر اندازہ کر سکیں کہ اودھ خلافت کمیٹی کو فرنگی محل کی غلامی سے آزاد کرانے کے بعد اس صوبہ میں تحریک خلافت کی ازسرنو تنظیم کی کتنی بڑی ذمہ داری ہمارے سر عائد ہو گئی ہے، تو غالباً وہ اس کی توقع نہ کریں گے کہ میں ابھی کچھ عرصہ تک سچ کی قلمی خدمت انجام دے سکوں گا۔

جانتا ہوں کہ میرا ضعیف و زار جسم جو مسلسل عوارض کی بدولت اب حقیقتاً بہت کچھ ستم رسیدہ ہے اس قسم کے ہیجانات کا مشکل ہی متحمل ہو سکتا ہے اور اس لیے میں ہر گوشہ عافیت کا طالب رہتا ہوں، مگر خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اس کی کیا مرضی ہے۔

دشمنہ مدگر و هم انکه ندرست
بی بود دهر چه آن خاطر خواه اوست

صراحت۔ چونکہ فرنگی محل کے مولانا محمد ایوب صاحب (نبیرۂ حضرت مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ) اور مسٹر حسین الدین انصاری بیرسٹر شروع ہی سے ہم خادمانِ خلافت کے شریک حال رہے، اور بہت سے دیگر حضرات نے بھی اس کشمکش میں مولانا عبدالباری اور انکی مختصر ذہنیت کا ساتھ نہیں دیا۔ اسلئے امید ہے کہ کسی صاحب کو غلط فہمی نہ ہوگی۔ اس تحریر میں جہاں کہیں فرنگی محل والوں کا حوالہ دیا گیا ہے وہاں مراد اسی جاہ پسند جاہ پرست گروہ سے ہے۔

(۳)

لم یکن لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اشہد ان اللہ علی کل شئی قدیر و ان اللہ قد احاط بکل شئی علما۔ اعوذ باللہ الذی یمسک السماء ان تقع علی الارض الا باذنہ من شر کل دابۃ ربی آخذ بناصیتہا ان ربی علی صراط مستقیم۔ تو ان کو یا اس کے اہل و عیال کو کوئی نقصان نہ پہونچے گا۔ اور میں نے آج اس کو پڑھا تھا۔

اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ صحابۂ کرام کو اللہ تعالیٰ کے سچے اور برحق نبی کے ارشادات کی صداقت پر کس پایہ کا یقین تھا۔

نامۂ سعید۔ جس میں محمد بن عبدالوہاب کے بیٹے امام عبداللہ نے تفصیل کے ساتھ وہ اصول بیان کیے ہیں جن پر اہل نجد اپنی دعوت کی بنیاد رکھتے ہیں۔ قیمت ۲ آنے کٹ ہو یا سو نسخے کے خریدار کے لیے ایک آنہ فی جلد۔
مہتمم سچ لکھنؤ

ایمان و یقین

(از مولوی محبوب علی کاکوروی بی۔ اے۔ مقیم مسلم ہوسٹل الہ آباد)

یوں تو ہم سب اس امر کے مدعی ہیں کہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارا اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی فرمودہ باتوں پر کامل ایمان اور انکی صحت و واقعیت پر پورا یقین ہے۔ لیکن افسوس کہ حقیقت حال اسکے برخلاف ہے۔ کاش ہم کبھی تھوڑی دیر کے لیے نظر انصاف سے دیکھیں اور غور کریں کہ ہم اپنے اس دعوی میں کس حد تک سچے ہیں۔

دراصل ذرا سا ایمان سمجھ کر ہم نے اپنے نفس کو سخت مغالطہ میں ڈال رکھا ہے۔ وہ قوت ایمانی جسکے ہم شدومد کے ساتھ دعویدار ہیں، آزمائش کے شدید اور نازک موقعوں پر بسا اوقات بے بنیاد اور باطل ثابت ہو جاتی ہے۔ خصوصاً صحابۂ کرام کے جو اس قوت میں درجۂ کمال کو پہونچے ہوئے تھے، حالات کا ایک سرسری مطالعہ ہمارے ان دعاوی کو بے اصل قرار دینے کیلئے کافی ہو سکتا ہے۔ بیشک یہ ان نفوس قدسیہ کی اسی قوت ایمانی کا نتیجہ تھا کہ انکی دعائیں مستجاب ہوتی تھیں، انکے اقوال بااثر ہوتے تھے اور انکے اعمال خاطر خواہ دینی و دنیاوی نتائج پیدا کرتے تھے۔ ایک ہم ہیں کہ اسی خدا کے بندے اسی رسول کی امت اسی قرآن اور انھیں احادیث کے احکام کے پیرو، ہمارے بھی شب و روز وہی اوراد و اذکار ورد زبان ہیں جو انکے تھے لیکن اگر انکے اثرات و نتائج کا مقابلہ کیا جائے تو زمین و آسمان کا فرق نظر آتا ہے۔ کبھی آپ نے غور کیا کہ اسکا سبب کیا ہے؟ یہی قوت ایمانی اور یقین قلبی کی کمی۔ صحابۂ کرام کا یقین اللہ اور رسول کے مواعید پر حق الیقین کی حد کو پہونچا ہوا تھا جس کو اہم ترین حالات اور سخت ترین حادثات سر مو متزلزل نہیں کر سکتے تھے۔ ہماری حالت اس کے خلاف ہے۔ ہمارے ایمان و یقین کی بنیادیں نہایت ضعیف ہیں۔ ہم صرف اس وقت تک باایمان نظر آتے ہیں، جب تک کسی آزمائش میں مبتلا نہیں ہوتے لیکن ابتلا کا دور آتے ہی کھرے کھوٹے کا فرق ظاہر ہونے لگتا ہے۔ ہم اس وقت مختلف حیلے ڈھونڈتے اور دنیاوی سہارے کرنے لگتے ہیں۔ اگر ہم حقیقی ایمان رکھتے تو یقیناً ہم بھی ان موقعوں پر ایسے ہی ثابت قدم رہتے جیسے کہ ہمارے مقتدا ایمان و دین رہتے تھے۔ ذیل کے ایک مستند واقعہ سے اسکی اصلیت بخوبی واضح ہو سکتی ہے:۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ناگاہ ایک شخص آیا اور ان سے کہنے لگا کہ آپ کا گھر جلا جاتا ہے، جلد جا کر اسکی خبر لیجیے۔ انھوں نے نہایت یقین کے لہجہ میں کہا "نہیں میرا گھر نہیں جلتا ہے"۔ وہ شخص چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر آیا اور کہنے لگا "جا کر دیکھیے تو۔ اس میں آگ لگی ہوئی ہے اور جلکر خاک ہوا جاتا ہے"۔ انھوں نے کہا "نہیں، خدا کی قسم میرا گھر نہیں جلتا"۔ اس مرتبہ لوگوں نے ان سے کہا "حضرت آپ سے کہا جاتا ہے کہ آپ کا گھر جل رہا ہے، اور آپ خدا کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ میرا گھر نہیں جلتا، اسکے کیا معنی؟" فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ جس شخص نے صبح ہوتے ہوئے پڑھا "اللہم انت ربی لا الہ الا انت علیہ توکلت و انت رب العرش العظیم۔ ماشاء اللہ کان و ما لم یشاء لم یکن (۳)

مسلمانوں کے پڑھنے کی کتابیں

آردو میں — اردو میں

تصوف

یادگار دستگیر ۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی مشہور کتاب غنیۃ الطالبین کا ترجمہ طالبین کو سیدھی راہ بتاتی ہے۔ اور الفتح الربانی و فیض الرحمانی ۔ حضرت غوث پاک کے مواعظ کا ترجمہ جنکو سنکر لاکھوں مسلمان ہوگئے۔ قیمت

مرصاد العباد ۔ حضرت خواجہ نجم الدین کبری نے سلوک و طریقت کے بیان میں لکھی ۔ قیمت

سیر الاولیا ۔ یعنی مجموعہ ملفوظات حضرت سلطان المشائخ نظام الحق والدین چشتی قدس سرہ العزیز ۔ قیمت

اکسیر ہدایت ۔ امام غزالی کی مشہور کتاب جو اسلام کی بتائی ہوئی سیدھی راہ بتاتی ہے۔ قیمت

عزیز القلوب ۔ امام غزالی کی ہر ایک کتاب میں عبادات و اخلاق کے تمام شعبوں کا بیان اور یہ کتاب بہت ورع ہے۔ قیمت

ہشت بہشت ۔ یعنی خواجگان چشت کے ملفوظات جنکے مطالعہ سے نور ایمان حاصل ہوگا ۔ قیمت

کشف المحجوب ۔ حضرت شیخ مخدوم علی ہجویری معروف بداتا گنج بخش کی مشہور کتاب ہے ۔ قیمت

مکتوبات مجدد الف ثانی ۔ اسلام کی سچی اور پاکیزہ تعلیم چاہتے ہو تو ان خطوط کا مطالعہ کرو ۔ قیمت

مقاصد السالکین ۔ تصوف کی تعلیم کا اصلی مدعا اور فلاح دارین حاصل کرنے کے عملی طریقے ۔ قیمت

تصوف اسلام (از مولوی عبدالماجد بی اے) جسمیں کاروبار اولیائی نقشہ کھینچکر ایک اسلامی تصوف کا عطر کھینچا ہے ۔ قیمت

نفحات الانس ۔ مولانا جامی کا مشہور تذکرہ اولیا جس سے زیادہ کوئی مستند تذکرہ نہیں ہے ۔ قیمت

تذکرۃ الاولیا ۔ شیخ فرید الدین عطار کا مشہور تذکرہ جسکے مطالعہ سے ہزاروں صاحبدل بنگئے ۔ قیمت

حالات مشائخ نقشبندیہ ۔ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے اکابر اولیا کے حالات و مقامات ۔ قیمت

تذکرۂ اولیاے ہند ۔ اسمیں تمام مسلمان ہندوستانی اولیاے کرام کے حالات و مقامات و مزارات ہیں ۔ قیمت

روضۃ القیومیہ (۲ جلد) مجدد الف ثانی حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد نقشبند ثانی و محمد زبیر وغیرہ دوازدہ علما کے حالات ۔

کتاب الشفا ۔ قاضی عیاض کی مشہور کتاب جسمیں بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں کو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کس طرح اور کرنا چاہیے ۔ قیمت

تاریخ

تاریخ ابن خلدون ۔ علامہ ابن خلدون مغربی کی بے نظیر تاریخ کا ترجمہ ۱۱ جلدوں میں ۔ قیمت

مقدمہ تاریخ ابن خلدون ۲ جلدوں میں اسکی مبسوط شرح ہے ۔ قیمت

تاریخ اسلام ۔ سید امیر علی صاحب جج نے سارے عہد اسلامی کی تاریخ کا عطر کھینچ لیا ہے ۔ قیمت

تاریخ الحرمین ۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے حالات اور خانہ کعبہ و مسجد نبوی کی تاریخ قرآنی جغرافیہ کی تاریخ ۔ قیمت

تاریخ عرب ۔ ملک عرب کا جغرافیہ، تاریخ، عربی قوم کا قدیم تمدن انکی عظیم الشان فتوحات، ترقیات و اختراعات ۔ قیمت

حالات عراق عرب عثمان ۔ وہ ملک جو اسلام کا اصلی گہوارہ ہے اور جہاں تمام مقامات مقدسہ ہیں ۔ قیمت

تاریخ ایران ۔ ساسانیوں اور زردشتیوں کے قدیم ملک کی تاریخ جو صدیوں سے مسلمانوں کے زیر نگیں ہے ۔ قیمت

تاریخ مصر ۔ مصر اب بھی ایک اسلامی حکومت ہے کبھی یہاں دارالخلافت تھا ۔ قیمت

تاریخ مغرب ۔ شمالی افریقہ میں اسلامی حکومت کی تاریخ کا ترجمہ ایک علمی نسخہ سے کیا گیا ہے ۔ قیمت

تاریخ مراکش و مغرب الاقصیٰ ۔ شمالی افریقہ کی وہ اسلامی حکومتیں جہاں اس وقت امیر عبدالکریم بر سر پیکار ہیں ۔ قیمت

مسلمانان اندلس ۔ اسپین کے مسلمانوں نے دنیا کے تمدن میں کیا اضافہ کیا؟ یہ اسکی جامع تاریخ ہے ۔ قیمت

خلافت موحدین ۔ شمالی افریقہ کی مشہور اسلامی حکومت کے تاریخی حالات ۔ قیمت

تاریخ ہندوستان (۱۱ جلد) عہد اسلامی کی مفصل تاریخ تصنیف شمس العلما مولوی ذکاء اللہ مرحوم ۔ قیمت

نیرنگ افغان ۔ ہندوستان کی سب سے پہلی اسلامی سلطنت کی قومی و ملکی تاریخ ۔ قیمت

حکومت اورنگ زیب ۔ عالمگیر کے عہد کی اصلی تاریخ مصنفہ نواب مرزا یار جنگ مرحوم جسٹس حیدرآباد دکن ۔ قیمت

اخبار الاندلس ۔ اسپین کی ہشت صد سالہ اسلامی حکومت کی مفصل تاریخ ضخیم جلد میں ہے ۔ قیمت

موحدین ۔ اسپین کے مسلمانوں کے زوال کی دردناک تاریخ ۔

ملنے کا پتہ

الناظر بک ایجنسی ۔ لکھنؤ

سیرۃ

سیرۃ ابن ہشام ۔ سیرۃ رسول کی قدیم تصانیف میں سب سے مستند کتاب ہے ۔ قیمت

اسوۂ حسنہ ۔ سیرۃ رسول میں علامہ ابن قیم کی کتاب بہترین کہی جا سکتی ہے ۔ قیمت

نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ۔ مولانا اشرف علی تھانوی کی تالیف سیرۃ رسول ۔ قیمت

اسلام ۔ مولانا عاشق الہی میرٹھی مترجم قرآن شریف کی کتاب سیرۃ رسول جو بہت مقبول ہوئی ۔ قیمت

سیرۃ النبی ۔ مولانا شبلی کی مشہور تالیف قیمت جلد اول، جلد دوم، جلد سوم

رحمۃ للعالمین (۲ جلد) قاضی محمد سلیمان صاحب منصورپوری کی سیرت نبوی بہت پسندیدہ و قابل دید ہے ۔ قیمت

اسوۂ صحابہ (۲ جلد) صحابہ کرام کے عقائد، عبادات، اخلاق و معاشرت اور علمی و عملی کارناموں کا قابل دید مرقع ۔ قیمت

سیر الصحابیات ۔ ازواج مطہرات و بنات طاہرات اور اکابر صحابیات کے سوانح اور مذہبی، اخلاقی و علمی کارنامے ۔

سیرۃ عمر بن عبدالعزیز
سیرۃ عمری
سیرۃ مصطفیٰ
سیرۃ والرسول
تذکرۃ المصطفیٰ
تذکرۃ الحبیب
حضرت صلعم
رسول عربی
سرور انبیا
خاتم النبیین
پیغمبر اعظم
در یتیم
تذکرۃ الانبیا
شہید الانبیا
سیرۃ الصدیق
صدیق اکبر
فاتح النہرین
سیرۃ الفاروق
الفاروق
سیرۃ عثمان
ذی النورین
ابو الحسنین
سیرۃ المرتضیٰ
سیرۃ عائشہ
سیرۃ صدیقہ
ازواج النبی
امت کی مائیں
الزہراء
خاتون جنت
بنات الرسول
سیرۃ الحسین
ابو ہریرہ عثمانی
سیرۃ بلال
سیرت مصطفیٰ
خالد بن ولید
سیرۃ عمرو بن العاص
امام مالک
جنید بغدادی
ذکر غوث پاک
خواجہ معین الدین چشتی
الغزالی
سوانح مولانا روم
المامون
البرامکہ
سیرۃ عباس
حضرت زید
الجیلانی
سوانح احمدی
امام مسلم
ابن رشد
شمس تبریز

پرنٹر ۔ عبدالماجد اسحاق علی علوی پرنٹر و پبلشر نے الناظر پریس ۔ لکھنؤ سے چھاپ کر شائع ہوئی